مغربی تہذیب کی ترقی
اساسی تصورات کی بنیاد پر نہیں ہوئی

جناب پروفیسر سید محمد سلیم

آغاز سے، حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے ہدایت بھیجی۔ مختلف زمانوں میں اور مختلف ملکوں میں انبیاء کرام آئے۔ اور ایک ہی ہدایت کی تعلیم دیتے رہے۔ مکمل صورت میں آج وہ ہدایت اسلام کے پاس موجود ہے۔

اسلام کے اساسی تصوّرات

انسان صاحب عقل و فہم ہستی ہے۔ اس کے یہاں پہلے فکر ہے پھر عمل ہے۔ انسان پہلے کوئی نہ کوئی خیال یا تصور قائم کرتا ہے پھر اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ فکر، عمل سے مقدم ہے۔ جس طرح تعمیر مکان کے لئے بنیادیں ضروری ہیں، اسی طرح اجتماعی، معاشرتی اور تمدنی زندگی گزارنے کے لئے کچھ مستحکم افکار و تصورات ضروری ہیں خواہ وہ دوسروں کی نظر میں بچکانہ ہوں یا فلسفیانہ۔ یہ ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ اسلام نے بھی زندگی بسر کرنے کے لئے بنیادی افکار و تصورات یعنی عقائد دیے ہیں:

۱۔ کائنات ـــــ زمین و آسمان ـــــ کا خالق و مالک، حکیم اور مدبّر اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ ہر وقت اس کی غور و پرداخت اور نگرانی کرتا رہتا ہے۔

۲۔ انسان اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور خلیفہ ہے۔ اس کی عطا کردہ آزادی کے تحت بڑی حد تک آزاد اور خود مختار زندگی گزارتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و فہم سے اور خود شعوری کی نعمت سے نوازا ہے۔ زندگی بسر کرنے کے لئے آسمان سے ہدایت بھیجی ہے۔ سیدھے راستے کی ہدایت بخشی ہے۔ انسان کو مختلف ذہنی، فکری اور جسمانی صلاحیتوں اور استعدادوں سے نوازا ہے۔

۴۔ زمین پر انسان کے لئے انواع و اقسام کی نعمتوں کا وسیع دسترخوان بچھا دیا ہے۔ انسان کی تمام احتیاجات فراہم کیں۔ انسان دراصل زمین پر اشرف المخلوقات ہے۔

۵۔ انسان کی زندگی درحقیقت ایک امتحان ہے، ایک آزمائش ہے۔ اس کی صلاحیتوں کا اور ان نعمتوں کا امتحان ہے کہ وہ حسنِ اعمال کا مظاہرہ کرتا ہے یا بداعمالی کا، خیر کی دولت کماتا ہے یا بدی۔ اطاعت و فرماں برداری اختیار کرتا ہے یا نافرمانی اور سرکشی۔

۷۔ مرنے کے بعد آخرت میں اس امتحان کا نتیجہ ظاہر کیا جائے گا۔ وہ کامیاب یا ناکام قرار دیا جائے گا۔

ان تصورات کے تحت اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرماں بردار بندوں کی ساری زندگی عبادت ہے۔ ساری زمین ان کے لئے مسجد کا حکم رکھتی ہے۔ سارے شعبہ ہائے حیات میں اساسی تصورات جاری و ساری ہوتے ہیں۔ اسلام کے نظامِ تعلیم کے اندر خواہ کوئی سا شعبہ ہو یہ اساسی تصورات جاری و ساری ہوئے۔ ماضی کی تمام تہذیبوں میں یہ بنیادی تصورات کم و بیش جاری رہے ہیں۔

مغربی تہذیب کے اساسی تصوّرات

چار صدی قبل یورپ میں پوپ اور کیتھولک مذہب سے عوام کی جنگ ہوگئی۔ اس کے بعد یورپ میں نشاۃ ثانیہ Renaissance کا آغاز ہوا۔ اس وقت مغربی تہذیب کے اساسی تصورات تشکیل پائے۔ یہ تصورات اہل مذہب کے خلاف ردّعمل کے طور پر پروان چڑھے۔ وہ یہ ہیں:

۱۔ اہل یورپ نے فکری محاذ پر خدا' آخرت اور مذہب کا انکار کر دیا۔

۲۔ انہوں نے مذہبی عقائد' مذہبی اقدار اور مذہبی رسومات کا انکار کر دیا۔

۳۔ اہل یورپ نے قدیم انبیاء کی لائی ہوئی تعلیمات کا یکسر انکار کر دیا۔

یہ تمام نفرت اور حقارت کی منفی بنیادیں ہیں۔ مثبت بنیادوں کے طور پر

۴۔ اہل یورپ نے مادی اور محسوس دنیا کے ماورئی ہر شے کا انکار کر دیا۔

۵۔ انہوں نے کہا کہ انسان ایک اعلیٰ درجہ کا حیوان ہے۔ انسان کے اوپر کوئی بالاتر ہستی نہیں ہے جس کے سامنے وہ جواب دہ ہو۔

۶۔ ہدایت اور رہنمائی کے لئے انسان کی عقل کافی ہے۔ کوئی آسمانی ہدایت نہیں۔ اس طرح یورپ کے انسان نے دینی' اخلاقی' فکری اور معاشرتی ہر قسم کی پابندی سے خود کو آزاد کر لیا۔ فضائے بسیط میں اڑنے والے پرندہ کی طرح وہ زمین میں آزادانہ گھومنے پھرنے لگا۔

مادر پدر آزاد یورپ کی ترقی اور علوم و فنون کا فروغ

صدیوں سے کیتھولک مذہب اور خاص طور پر مسلکِ رہبانیت نے یورپ میں انسانی صلاحیتِ کار کو محبوس اور مقید کر رکھا تھا۔ ہمہ جہت پابندیوں کی وجہ سے اس کی صلاحیتیں بیکار پڑی تھیں۔ ان کو زنگ لگ رہا تھا۔ نشاۃ ثانیہ کی آزادی کے بعد افراد کو بے محابا آزادی حاصل ہوگئی۔بند پھٹ پڑا۔ ایک سیلاب بہہ نکلا۔ محبوس صلاحیتوں نے مختلف میدانوں میں جولانئ طبع کا

مظاہرہ کیا۔ زقندیں بھریں۔ چوکڑیاں دکھائیں۔ یورپ کا انسان نئے جوش' نئے ولولے اور نئی امنگوں کے ساتھ میدان عمل میں گام زن ہو گیا۔

سیاحت اور ملاحت کے میدان میں یورپ کا انسان دور دراز خطوں میں جا پہنچا۔ نئے نئے ممالک اور نئے نئے جزائر دریافت کیے۔ نئی نئی اشیاء اور اجناس سے واقف ہوا۔ آلو' ٹماٹر' مکئی وغیرہ اجناس کو امریکہ سے لا کر یورپ میں پھیلا دیا۔ غذائی قلت کا مسئلہ حل کر دیا۔ اس کے بعد یورپ کی آبادی یکلخت بڑھتی چلی گئی۔

یورپ کے انسان نے امریکہ اور افریقہ کے ممالک پر قبضہ کر لیا۔ وہاں کے باشندوں کو جانوروں کی طرح غلام بنا کر دور دراز خطوں میں لیجا کر فروخت کر دیا۔ نو دریافت ملکوں اور جزیروں میں ان غلاموں سے کاشت کرائی۔ اس طرح محنت اور مزدوری کا مسئلہ حل کر دیا۔ ان کی محنت سے خوب خوب دولت کمائی۔

یورپ کے انسان نے ایشیاء اور افریقہ کے متمدن ملکوں پر قبضہ جمایا۔ وہاں کے انسانوں کا خوب خوب استحصال کیا۔ وہاں سے بے اندازہ دولت سمیٹ کر اپنے ملکوں کے خزانے بھر لئے۔ ان کے ملکوں میں گھر گھر میں دولت کی بارش ہونے لگی۔ عیش اور فراوانی ہو گئی۔ فراغت اور یک سوئی حاصل ہو گئی۔

فکری فراغت اور یک سوئی کے نتیجے میں ایجادات' اختراعات ہونے لگیں۔ صنعت و حرفت اور فنی مہارت میں خوب ترقی ہوئی۔ ضرورت کے تحت مشینیں ایجاد ہوئیں۔ پہلے گاؤں اور بستی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے چھوٹے کارخانے اور چھوٹے کرگھے درکار تھے۔ نئے حالات کا تقاضا کثیر پیدا آوری تھا۔ اب بڑے بڑے کارخانے لگائے گئے۔ مشینیں دن رات چلنے لگیں۔ فاضل پیداوار کی کھپت کے لئے پھر ایشیاء' افریقہ اور جزائر کی منڈیوں پر قبضہ جما لیا۔ بقول علامہ اقبالؒ ۔

اور تم دنیا کے بنجر بھی نہ چھوڑو بے خراج

اس طرح چشم فلک نے یہ منظر دیکھا کہ ساری دنیا کے انسان اہلِ یورپ کے غلام اور خدمت گار بن گئے۔ ساری دنیا کے زر و جواہر کے ڈھیر اہلِ یورپ کے قدموں پر جمع کر دیئے گئے۔

یورپ کی ترقی کا اصل راز

یورپ میں جب دولت کی فراوانی ہوئی' معاشرہ میں استحکام اور تمدنی ترقی ہوئی تو یہ درحقیقت ایشیاء اور افریقہ کے ممالک کی لوٹ کھسوٹ کے بعد ہوا۔ قدیم متمدن ممالک میں افلاس اور

معاشرتی عدم استحکام پیدا کرنے کے بعد ہوا۔ حکومتیں ان کی ختم کردیں۔ دولت ان کی سمیٹ لی۔ تہذیبی اور تمدنی ادارے ان کے تباہ و برباد کر دیئے۔ ذہنی غلامی میں مبتلا کر دیا۔ پرانے عقائد میں تزلزل پیدا کر دیا۔ فکری اور اخلاقی انتشار و اختلال کو پروان چڑھایا۔ اس دور میں مغربی تہذیب کی برتری اور کامیابی کا تصور عام ہوگیا۔ صدیوں سے انفرادی خوشحالی' ذہنی و فکری ٹھہراؤ اور معاشرتی اور تمدنی استحکام کے باعث ان ممالک میں عمومی سطح پر سلیقہ' قرینہ' شائستگی اور انفرادی احترام نظر آتا ہے۔ وہ ان صفات کا رشتہ مغربی تہذیب کے اساسی تصورات سے جوڑ دیتے ہیں۔ درحقیقت ان کا رابطہ تین صدیوں کی خوشحالی اور تمدنی استحکام سے ہے جو اہل مشرق کی لوٹ کھسوٹ کے بعد قائم ہوا ہے۔

اس دور میں مشرقی ممالک اور مشرقی تہذیبوں کی خواری اور زبوں حالی کا تصور بھی عام ہوگیا۔ افلاس' ناچاقی' جھگڑے' ٹوٹی سڑکیں' تعلیم کی تباہی وغیرہ مناظر یہاں عام نظر آتے ہیں۔ ان صفات کا رشتہ مشرق کی تہذیب کے اساسی تصورات سے جوڑ دیا گیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جن تین صدیوں میں یورپ نے عروج و ترقی حاصل کی ٹھیک اس زمانہ میں ایشیاء اور افریقہ کے ممالک زوال' فساد اور خواری سے ہم کنار ہوئے

ے اے صبا! ایں ہمہ آوردۂ تست

آج آزادی کے بعد بھی اہل مغرب کی سازشیں اور ریشہ دوانیاں بدستور جاری ہیں۔ کسی ملک کو آرام و سکون سے رہنے نہیں دیا جاتا۔ اول تو اہل نظر بہت کم یاب ہوتے ہیں۔ پھر جدید تعلیم میں سائنس کے طلبہ کا غلبہ ہے۔ تاریخ سے عدم واقفیت ہے۔ حالانکہ ان تغیرات کی حقیقت تاریخ کے میدان ہی میں معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے ان تاریخی حقائق پر لوگوں کی نظریں کم ہی جاتی ہیں۔

حالانکہ اصل حقیقت بس اس قدر ہے کہ یورپ کے انسان نے مذہب سے لڑ کر بے محابا آزادی حاصل کرلی۔ مادر پدر آزادی حاصل کرلی۔ اس کا مستحسن پہلو یہ نکلا کہ مختلف معاشرتی میدانوں میں جولانئ طبع کا مظاہرہ کیا۔ غیر معمولی محنت و مشقت کی۔ پوپ کو شکست دینے کے بعد ایک نیا ولولہ' ایک نئی سرشاری کیفیت سے اہل یورپ دو چار تھے جس کے نشہ میں پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ سمندر کی تہہ میں گھس گئے۔ محنت و مشقت کا صلہ ملا۔ علوم و فنون میں تفوق حاصل ہوا۔ نئی اختراعات' ایجادات اور انکشافات ہر قوم میں آئے۔ فکری اور عملی محاذ پر غلبہ حاصل کر لیا۔ ساری دنیا ان کی تابع بن گئی۔

اہل یورپ کی فکری جولانیوں پر ایک نظر ڈالئے۔ آپ خود محسوس کریں گے کہ یہ افکار مذہب سے نفرت کی پیداوار ہیں۔ نفرت کے جذبے میں بڑھنے اور پھیلنے کی بڑی صلاحیت ہوتی ہے۔ یہ افکار عالیہ نفرت کے پھیلتے ہوئے دائرے ہیں۔ ان کے پس پشت نہ ٹھوس سائنسی حقائق ہیں اور نہ منطقی دلائل ہیں۔ جذبۂ نفرت نے نیم سائنسی فکر کا رنگ اختیار کر لیا ہے۔ یہ مقابلہ ایسا تھا جیسے ایک طرف گاما پہلوان کھڑا ہو اور دوسری طرف ناتواں مجنوں۔ اس کشتی کا جو نتیجہ نکلے گا وہ ظاہر ہے۔ اس طرح خواہ گورنمنٹ کالج ہو' خواہ اسلامیہ کالج ہو' الحادی رو بدستور آگے بڑھتی رہی۔ بدستور نوخیز نوجوانوں کے دل و دماغ پر اثر انداز ہوتی رہی۔ اور مسلمان نوجوانوں کے دل و دماغ میں انتشار و اختلال پیدا کرتی رہی۔ سال بہ سال یک سوئی سے محروم پراگندہ ذہن اور پراگندہ دل طلبہ کی کھیپ کی کھیپ ان کالجوں سے نکلتی رہی اور اسلامی معاشرہ کے دینی مزاج اور دینی رنگ کو ہلکے سے ہلکا بناتی رہی۔

اساسی تصوّرات کی ناکامی

جب کوئی تہذیب عروج پر' نصف النہار پر ہوتی ہے' تو اس کی خامیاں اور کوتاہیاں مخفی رہتی ہیں۔ عمرانی اور تمدنی دنیا میں غلطیاں صدیوں کے بعد ظاہر ہوتی ہیں۔ آج مغربی تہذیب کا سورج ڈھلنے لگا ہے۔ آج وہ خامیاں ہر چشم بینا کو نظر آرہی ہیں۔ اس الحادی تہذیب کی کوکھ سے سب سے پہلے نو آبادیاتی نظام پیدا ہوا جس کے مظالم کے سامنے تاتاری مظالم بھی ہیچ ہیں۔ اس لئے وہ ناکام ہوا۔ پھر اس نے سرمایہ داری نظام کو جنم دیا۔ اس نے بھی بے محابا لوٹ مار مچائی۔ بہر کیف وہ بھی ناکام ہوا۔ اس کے علاج کے طور پر اشتراکی نظام بڑے بلند بانگ دعووں کے ساتھ میدان میں آیا۔ اور دھاڑتا رہا۔ اس کی گونج ساری دنیا میں سنی جاتی تھی۔ پون صدی بھیانک مظالم کرنے کے بعد وہ بھی ناکام ہوگیا۔ وطن پرستی اور قوم پرستی یورپ میں پیدا ہوئی۔ ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ آج وہ بھی ناکام ہے۔ آج وہ خود ہی اس کو فنا کر رہے ہیں نسل پرستی جنوبی افریقہ کے سفید فاموں میں ناکام ہوگئی۔ آج مغربی تہذیب کے فکری ستون یکے بعد دیگرے گرتے جارہے ہیں۔ ہر بالغ نظر مفکر مغربی تہذیب کے سانحہ ارتحال کی خبر بد سنا رہا ہے۔ سپنگلر ہو یا سوروکن ہو

فکرِ انساں کی نارسائی کا　　اک مرقع ہے صحن افرنگی

حقیقت یہ ہے کہ یورپ کی تہذیب کی عام مقبولیت اس کی چمک دمک کے باعث تھی۔ اس کی چمک دمک چند صدیوں کی محبوس صلاحیتوں کے آزادانہ طور پر سرگرم عمل ہو جانے کا ثمرہ

باقی بر صفحہ ۷۰

بقیہ: مغربی تہذیب کی ترقی

تھی۔ غلط طور پر اس کامیابی اور چمک دمک کا انتساب اس کے بنیادی تصورات سے جوڑ دیا گیا ورنہ بنیادی تصورات کے متعلق تو حکیم مشرق علامہ اقبالؒ نے بہت پہلے کہہ دیا تھا۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہوگا

بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر نومبر، دسمبر کا شمارہ اکٹھا شائع کیا جا رہا ہے۔